فکر و عمل کی بیداری

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

بلاشبہ ایک بگڑے ہوئے معاشرے اور ایک اصلاحی تحریک کے درمیان میدانِ کشمکش ہمہ پہلو نوعیت کا ہوتا ہے۔ جہاں معاشرے کا بگاڑ ہمہ پہلو ہوتا ہے وہاں تحریک کے پاس بھی انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے اصلاح کا ایک پروگرام ہوتا ہے جس کے نتیجے میں تحریک اور معاشرے کے درمیان اصلاح اور بگاڑ کی کشمکش کے سبب ایک ہمہ پہلو نوعیت کی مخالفت و مزاحمت برپا ہو جاتی ہے۔ معاشرے کے دروبست پر قابو یافتہ گروہ اپنی پوری توانائی اور بے جگری سے ہر اصلاح کا مقابلہ کرتے ہیں اور تحریک کو معاشرے میں نفوذ سے روکتے ہیں، اس لیے کہ اصلاح کا عمل معاشرے کے کسی گوشے میں بھی اگر پذیرائی حاصل کرلے تو پھر اُبلتے اور پھیلتے ہوئے چشمے کی طرح اس کی وسعت اور اثر پذیری کے آگے بند باندھنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔

کسی تحریک کے راستے میں مزاحمتوں کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ مزاحمتیں اگر نہ بھی ہوں تو بھی یہ لازم نہیں ہے کہ ساری آبادی ہی اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔ ہر معاشرے میں اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے رنگ برنگ کے لوگ پیدا ہوتے اور موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر تحریک ہر معاشرے میں سے اپنا حصہ پالیتی ہے۔ ہمیشہ کسی تحریک سے وہی لوگ دلچسپی رکھتے ہیں جنھیں اس کے اصولوں، پروگراموں اور طریق کار سے طبعی مناسبت ہوتی ہے۔ دوسرے عام لوگ غیر متاثر اور خاموش تماشائی بنے دُور دُور کھڑے رہتے ہیں اور تحریک کے صرف نتائجِ جدوجہد پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی تحریک سے الگ رہ کر اس کی راہ کی مشکلات سے پہلو بچاتے ہوئے فتح حاصل کرنے والے فریق کے حق میں زندہ باد کے نعرے لگا دینا اور شکست کھانے والے فریق پر لعنت و ملامت کے چند تیر برسا دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ چنانچہ تحریک کے عمومی مزاج سے عدم مطابقت رکھنے والے خاموش تماشائی لوگ یہ فریضہ سرانجام دینے سے کبھی نہیں چوکتے۔ البتہ نتائج کی تمام تر ذمہ داری اس کے

قائدین کارکنان اور ہمدردوں پر ہی ہوتی ہے جو تحریک کی کشتی میں اپنی ساری متاعِ ہستی کے ساتھ سوار ہوتے ہیں اور ساحلِ مراد تک اس کی کامیابی کے ساتھ ساتھ تیرتے اور اس کی غرقابی کے ساتھ غرق ہوتے ہیں۔ تحریک کے نصب العین کو اپنا شعوری نصب العین بنا کر رضاکارانہ طور پر آئے ہوئے لوگ ہی دراصل اس تحریک کے جسم و جان ہوتے ہیں جن کی حرکت سے تحریک حرکت کرتی ہے اور جن کے جمود سے وہ جامد ہو جاتی ہے۔ یہی لوگ ہوتے ہیں جن کو فعّال و متحرک رکھنے پر ہی تحریک کی حرکت و فعالیت کا دارومدار ہوتا ہے اور اگر وہ فعّال و متحرک نہ رہ جائیں تو پھر ان کو فعّال و مُتحرک کرنے سے زیادہ تحریک کے اندر اہم اور تعمیری کام اور کوئی نہیں ہوتا۔ دورِ حاضر کی اسلامی تحریک کے داعی محترم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے نہایت خوبصورتی سے اس نفسیاتی بات کو اپنے ایک مضمون میں بیان کیا ہے۔

"انکشافِ حق کی خاصیت یہ ہے کہ وہ آدمی کو اُس مقام پر ٹھہرنے نہیں دیتا جہاں وہ انکشاف سے پہلے تھا بلکہ وہ اسے کشاں کشاں اُس مقام کی طرف کھینچ لے جاتا ہے جدھر حق کی روشنی اُسے نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کسی تحریک کی صداقت کے معترف ہو کر اُسے قبول کرتے ہیں، ان کی زندگیوں کا رنگ بدل جاتا ہے۔ وہ پہلے سے بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ان سے ایسی باتوں کا ظہور ہوتا ہے جن کی توقع عام حالات میں انسان سے نہیں کی جاتی۔ وہ اپنے اصول کی خاطر دوستیوں اور خونی و قلبی رشتوں تک کو قربان کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے کاروبار، اپنی پوزیشن، اپنے منافع اور اپنی ہر چیز کا نقصان گوارا کرتے ہیں، حتیٰ کہ قید و بند کی تکالیف اور موت کے خطرات تک سہنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ انقلاب ایسا ہمہ پہلو ہوتا ہے کہ اُن کی عادات بدل جاتی ہیں، اُن کے خصائل میں تغیر آجاتا ہے، یہاں تک کہ اُن کی شکل، صورت، لباس، خوراک اور عام طرزِ زندگی پر بھی اس کے اثرات اس قدر نمایاں ہوتے ہیں کہ گردوپیش کے لوگوں میں وہ اپنی ہرادا سے الگ پہچان لیے جاتے ہیں۔ ہر شخص اُن کو دیکھ کر کہہ دیتا ہے کہ وہ جا رہے ہیں فلاں تحریک کے حامی۔"

فکر و عمل کی اس عظیم بیداری سے جو لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں ان کی حرکت و فعالیت و کارکردگی میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے لوگوں کا گروہ ہی اپنی اجتماعی قوت و توانائی کے بل پر بڑے بڑے گروہوں پر غالب آجایا کرتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تبدیلی و تغیر اور اصلاح و انقلاب کا عمل ہمیشہ چھوٹے اور منظم گروہ ہی کے ہاتھوں بڑے اور غیر منظم گروہوں کے مقابلے میں، ان کی مزاحمت کے علی الرغم، بروئے کار آیا کرتا ہے۔

لیکن ایسے کسی چھوٹے اور منظم و فعّال گروہ کو باطل قوتوں کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار کی طرح استعمال کرنے

کا کام وہ قیادت کرتی ہے جو اس گروہ کو لے کر میدان جدوجہد میں اُترتی ہے۔ اس ساری کشمکش کی نہج اور اس کے نتائج کا دار و مدار اُس قیادت کی حکمتِ عملی، بروقت فیصلوں، اور موزوں اور بھرپور اقدامات پر ہوا کرتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں آگے بڑھنے، کشمکش کرنے، اور باطل پر ضربِ کاری لگانے کے مواقع تو ظاہر ہے کہ کبھی کبھی ہی آتے ہیں اور ان مواقع کو پہچان کر ان کو پیشانی کے بالوں سے پکڑنا اور ان سے فائدہ اُٹھانے کا کام کسی انقلابی گروہ کی قیادت ہی کر سکتی ہے۔ اگر وہ فعال، متحرک، بیدار مغز، دور بیں، نظریاتی اعتبار سے جرأت مند اور مُدبّر ہو تو جس طرح وہ دشمن کے ہر وار کو حکمت و تدبر سے روکتی ہے اسی طرح وقت آنے پر اس پر ایک ضربِ کاری لگا کر اس کی قوت میں کمی کرتی اور اسے پیچھے دھکیلنے کا کام بھی کرتی ہے۔ کسی گروہ کی کامیابی اور ناکامی، یا کامیابی کی منزل تک پہنچنے یا درمیانِ راہ میں منتشر ہو جانے کا بہت کچھ دار و مدار اس کے رہنما اور قافلہ سالار پر ہی ہوتا ہے۔ کوئی قافلہ سالار بھی اس تاریخی ذمہ داری سے پہلو تہی نہیں کر سکتا کہ اس کی حیثیت گاڑی کے انجن کی ہوتی ہے۔ اس کی حرکت سے گاڑی حرکت میں رہتی ہے اور اس کے ٹھہر جانے سے گاڑی ٹھہر جاتی ہے اور اس کے رُخ بدلنے پر گاڑی رُخ بدل لیتی ہے۔ وہ آخری ذمہ داری اور تاریخی جوابدہی کے مقام پر ہوتا ہے۔ وقت گزرنے پر مشاورتیں، تجاویز اور مشیر سب تاریخ کے پس پردہ چلے جاتے ہیں اور کامیابی و ناکامی کی آخری ذمہ داری اسی شخص کے نام کے ساتھ وابستہ رہ جاتی ہے جو سب سے آگے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ واقفِ راہ ہو تو راستے کھلتے جاتے ہیں۔ وہ بھٹک جائے تو قافلہ بھٹک جاتا ہے۔ وہ جرأت و شجاعت کا پیکر ہو تو تنکے بھی بھالے بن جاتے ہیں۔ وہ مصلحت کوش ہو تو بہادر مردانِ کارزار بھی پہلو تہی کرنے لگتے ہیں۔ وہ مدبّر و نکتہ ور ہو تو اُلجھے ہوئے مسائل کی گتھیاں بھی سلجھتی چلی جاتی ہیں۔ وہ حکمتِ کار سے ناآشنا اور تدبر و بصیرت سے بے بہرہ ہو تو سلجھے ہوئے سیدھے سادے مسائل بھی اُلجھنے اور پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ غرض تاریخ کی شاہراہ پر راہنما افراد کے نشانِ قدم ہی پہچانے جاتے ہیں، عوام کی بھیڑ کے قدموں کی شناخت آخر کون کرتا ہے؟ جس گروہ کو فعال قیادت مل جائے، اس کی کامیابی پر مبارکبادیاں اور اس کی خوش قسمتی کے تذکرے ہوتے ہیں اور جو گروہ بالبصیرت اور فعال قیادت سے محروم رہے اس کے لیے بس اس کی ناکامی کے اسباب بیان کرنے والے ہی باقی رہ جاتے ہیں۔

تحریک کی قیادت کے لیے نصب العین اور طریقِ کار کے تعین و وضاحت کے بعد اپنی جدوجہد کے لیے ایک نقشۂ کار مرتب کرنا بھی ناگزیر ہوتا ہے۔ وہ پروگرام جو تحریک کو عوام کے اندر نفوذ کے راستے پر ڈال دے، جو عوام کے دلوں کو جیت سکے، جو ان کے فہم کے قریب تر اور ان کی سمجھ کے عین مطابق ہو، جسے عوام

اپنی ضرورت محسوس کریں، اور پھر اس کے ساتھ اس پروگرام پر عمل پیرا گروہ کو بھی اسی طرح اپنی ذاتی ضرورت محسوس کریں۔ محض آفاقی تخیلاتی پروگرام جو معاشرے کی روزمرہ زندگی اور اس کی ضروریات سے ہم آہنگ نہ ہو کسی صورت بھی معاشرے کے اندر نفوذ کے راستے نہیں بنا سکتا۔ نفوذ کرنے والے پروگرام کو لازماً معاشرے کے جسم و رُوح دونوں کی بنیادی ضروریات کا کفیل بن کر سامنے آنا چاہیے۔

پروگرام کی نقشہ گری اور اس کے نفاذ کی تدابیر کے ساتھ ساتھ تحریک کا اجتماعی اور جماعتی تشخص بھی انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ یعنی لوگ اس پروگرام کے بارے میں کس گروہ پر بھروسہ کریں اور اس کے نفاذ کے لیے کن لوگوں کو آگے لائیں۔ اس پروگرام کا اس گروہ کے ساتھ مُشخص و متعیّن ہونا انتہائی ضروری امر ہے۔ اس طرح کہ اس پروگرام کے ذریعے وہ تحریک سامنے آئے جو اس کی حامل ہے اور تحریک کے ذریعے وہ پروگرام سامنے آئے جو عوام کے مسائل کا حل ہے۔ چنانچہ جب لوگ اس پروگرام کو اپنے مسائل کا حل سمجھ کر اختیار کرنا چاہیں تو اس گروہ کے سوا دوسرے کسی گروہ کی طرف وہ نگاہ نہ کریں اور جب وہ اس گروہ کو مؤخر کریں (اس لیے کہ جمہوری جدوجہد میں انتخاب ہارنے والا ہر گروہ مؤخر ہی ہوتا ہے بالکل رَد کبھی نہیں ہوتا) تو درحقیقت وہ اس پروگرام کو مؤخر کریں۔ تحریک اور اس کے پروگرام کا یہ تشخّص ایسا بے آمیز اور غیر مشتبہ ہو کہ لوگ جانتے ہوں کہ جب فلاں پروگرام بروئے کار لانا ہو گا تو وہ فلاں گروہ کے ذریعے ہی بروئے کار لایا جائے گا۔ عوام کی نظروں میں تحریک اور اس کے پروگرام کی یہ حیثیت اسی صورت متعین اور مُشخص ہو سکتی ہے اگر تحریک اپنی جدوجہد میں مستقل مزاج، بے لچک اور متواتر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے اور کبھی بھی کسی بے نظریہ گروہ کی سطح پر نہ اُترنے پائے۔ اس کا اپنا پلیٹ فارم معروف اور نمایاں ہو اور اس کی پالیسیاں اس کے نظریے کی بے لچک نمائندگی کرتی ہوں۔

اجتماعی اور نظریاتی تشخص کی امتیازی شان قائم رکھنے کے بعد اپنی طویل اور آخری منزلِ مقصود کے سفر کو مختلف منازلِ راہ میں تقسیم کرنے کا مسئلہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس طرح اگر ہم تاریخِ قرآن کی وادی میں داخل ہوں تو نظر آتا ہے کہ پہلے بھی اسلامی نظام تدریج و ترتیب کے ساتھ ہی نافذ ہوا تھا جو اصولی نصب العین کے ساتھ جزوی جدوجہد کے طریقِ کار کی طرف واضح اشارا کرتی ہے۔ چنانچہ اب بھی معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے اندر اسلام کے احکام کو مختلف مدارج و مراحل میں نفاذ کے لیے منتخب کیا جائے اور اسلام کے نام لیوا حکمرانوں اور جمہوری اداروں کو ان کے نفاذ پر جمہوری طریقوں سے مجبور کیا جائے۔ اگر اسلام کی قانونی تعزیرات ملکی قوانین کی صورت

اختیار کرنے کے لیے اسمبلی کے پارلیمانی مراحل ہی سے گزر کر ہی ملکی قانون کی صورت اختیار کریں گی تو ظاہر ہے کہ تشکیلِ قانون کی تدریج اور اس کے مدارج تو لازماً ملحوظ رکھے جائیں گے۔ پھر کیوں نہ شراب اور جوئے جیسی عوام کی نفرت کا نشانہ اور عام فہم بُرائیوں کو پہلے قدم پر بند کرانے کے لیے عوامی جدوجہد منظم کی جائے تاکہ ان محاذوں پر کامیابی حاصل کر کے کارکنوں کے اندر اُمید کی شمع روشن کی جائے اور ان کا اپنی جدوجہد پر اعتماد بحال ہو۔ اِسی طرح ایک کے بعد دوسری بُرائی کو نشانہ بنا کر ایک طرف اس کے خلاف اسمبلی میں قانون سازی کے لیے قانونی تجاویز پیش کی جائیں تو دوسری طرف اس کی تائید میں عوامی تحریک منظم کی جائے۔ اس طرح مرحلہ وار اور قدم بہ قدم تحریک کو اس کی حقیقی منزل کی طرف آگے بڑھایا جائے۔ اس طرح کے دو تین اقدامات سے ہی عوامی ریلیہ اسلامی تحریک کی پشت پر اس طرح آجائے گا کہ پھر حکومت کے لیے ہر اصلاح کے آگے جھکنے یا پھر ملک کی باگ ڈور چھوڑ دینے کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہ ہوگا اور ایک وقت لازماً آئے گا جب پوری شریعت کے نفاذ کی مہم آسانی سے منظم کی جاسکے گی اور اس کا راستہ روکنا کسی کے لیے بھی ممکن نہ ہوگا۔

کسی نظام کے نفاذ کے لیے جس نوعیت کی ملک گیر تحریک کی ضرورت ہوتی ہے وہ روزمرہ کے مروّج پروگراموں پر عمل پیرا ہونے سے کبھی رونما نہیں ہوسکتی۔ اس کے لیے شدید محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے تحریک کے ایک ایک کارکن کو اپنا آرام و آسائش تج کر میدانِ عمل میں آنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ملک کے دعوتی میدان میں مرکزی مقامات سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی آبادیوں تک تحریک کی دعوت اور پروگرام پہنچانے کا ایک منصوبہ بند نظام ہو۔ معاشرے کے ہر طبقے اور ہر گوشے کو بیک وقت بات پہنچانے اور اسے حرکت میں لانے کے لیے ساری تحریک سارا زور لگائے یہاں تک کہ معاشرے کا وسیع بحرالکاہل حرکت میں آئے اور اس کے اندر اس کے ہر گوشے اور کونے میں تحریک کی بات نہ صرف پہنچ جائے بلکہ وہ بات لوگوں کی زبان پر بھی چڑھ جائے۔ لوگ اس کے بارے میں تذکرے کریں اور اپنی آرا کا اظہار کریں۔ پورا معاشرہ اس کے بارے میں دو کیمپوں میں تقسیم نظر آئے اور اس کے سامنے ایک فیصلہ کن مرحلہ آجائے۔ اس طرح تحریک کی دعوت بین فہم کے ذریعے جذبہ اور جوش اور جذبہ و جوش کے زور سے معاشرے کے جمود میں ایک بہاؤ کی کیفیت بھی پیدا ہو جائے جو افراد کو بہا کر اپنے ساتھ لے جائے اور وہ اپنی آزاد مرضی سے تحریک اور اس کے پروگرام کے حق میں فیصلے کے وقت اپنا فیصلہ دے دیں۔ جمہوری معاشروں میں رواں دواں تحریک کے ذریعے ذہنی بہاؤ پیدا کیے بغیر کوئی جمہوری تبدیلی لانا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ لیکن معاشرے میں دعوت کا دھارا چلا کر ذہنی بہاؤ پیدا کرنے کے لیے جس شدید محنت کی ضرورت ہے یہ کوئی آسان

کھیل نہیں ہے جو ٹھنڈے ٹھنڈے طریقے پر چند سیاسی اور انقلابی بیانات دینے سے کھیلا جا سکے۔ یہ کام پوری تحریک کی جان توڑ محنت چاہتا ہے۔ یہ وہ کوہ کنی ہے جس کے تصور سے ہی بڑے بڑے فرہادوں کا زہرہ آب آب ہو جاتا ہے اور جب تک کوئی تحریک اور اس کے کارکن یہ کوہ کنی نہ کریں نظامِ باطل کی پیدا کردہ مشکلات کے پہاڑوں کو کاٹ کر اسلام کے نظام کی شیریں نہرِ کوثر نکال لانا کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے۔ نظامِ حق کو چلانے کی وہی لوگ صلاحیت ثابت کر سکتے ہیں جو اسے لانے کی مشکلات و مصائب کو بھی برداشت کرنے کا حوصلہ و ہمت رکھتے ہوں۔

سندھی اسلامی لٹریچر

ہم نے سندھی زبان میں اسلامی لٹریچر کی طباعت کا کام شروع کر دیا ہے۔ درج ذیل کتب جو دعوتی اور تبلیغی کاموں کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں طبع ہو چکی ہیں۔

دینیات	۷/۵۰	مذہب جو انقلابی تصور	۱/۲۵
حقیقت صوم و صلوٰۃ	۳/-	حق جی گواهي	۲/۲۵
جہاد	۲/۷۵	سلامتیٔ جو رستو	۱/۶۰
جہاد فی سبیل اللہ	۱/۵۰	داعیٔ اسلام جی حیات طیبہ	زیر طبع
دین فطرت	۱/۵۰	اسلام جو نظام حیات	"
حقیقت نبوت	۲/-	بگاڑ ۽ اُن جا اسباب	"
ایمان مفصل	۲/۵۰	اسلام موجودہ دور ۾	"
عبادت	۱/۵۰	مسلمان کنھن کي ٿا چئون	"
دین ۽ شریعت	۲/-		
جماعت اسلامی تعارف ۽ خدمتون	۲/-	اسلام ڇا آھي	"

محمد شوکت۔ برائے فرقان پبلیکیشنز۔ ۲۶۶/سی/۷ لطیف آباد۔ حیدر آباد۔